ہیئت تحریر الشام (HTS) کی شام میں کامیابیاں اور ان کے اثرات

سید محمد یونس قادری

اس مضمون کی نوعیت ابتدائی اور اکتشافی ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ ایک اہم پہلی کوشش ہے۔ لیکن اس مضمون میں بعض مقامات پر شیعہ مسلمانوں، حزب اللہ اور ایران کے بارے میں غیر ہمدردانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے جس سے مدیر کو اتفاق نہیں ہے۔ بحیثیت اسلامی انقلابی ہماری بنیادی ہمدردی قائم اسلامی ریاستوں (یعنی اسلامی ایران و امارت اسلامیہ افغانستان) سے ہونی چاہیے نہ کہ سنیت یا شیعت سے۔ مسلمانوں کے درمیان آپس کی نفرتوں کو کم کرنا اور اتحاد امت اسلامی انقلابیوں کا بنیادی ہدف ہے۔(مدیر)

ہیئت تحریر الشام (HTS) ایک اسلامی سیاسی اور عسکری گروہ ہے جس نے بنیادی طور پر شام پر فتح حاصل کر کے دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ HTS کی قیادت تاریخی طور پر شامی اور غیر ملکی اسلام پسندوں پر مشتمل تھی، جن کے روابط داعش اور القاعدہ سے تھے۔ تاہم، گروہ کی موجودہ شناخت زیادہ تر شامی اسلامی ہے جو اس کی حکمت عملی کے مقاصد میں ایک عملی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ HTS نے خود کو ایک سابقہ بین الاقوامی سلفی جہادی گروہ کے بجائے مقامی اسلامی گروہ کے طور پر دوبارہ متعارف کرایا ہے جو بعض اوقات دوسرے اسلامی انقلابی گروہوں جیسے داعش اور القاعدہ سے وابستہ حراس الدین کو نشانہ بناتا ہے اور ان سے جھڑپیں کرتا ہے۔ اس تبدیلی کے ساتھ، اس نے زیادہ معتدل عوامی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تحریر الشام کسی بھی فرقہ وارانہ گروہ سے متصادم نظر نہیں آتا۔ ابھی تک اس نے جس علاقے کو فتح کیا ہے وہاں داعش کے بر خلاف اس نے نہ کسی گروہ کو نشانہ بنایا نہ ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ایران سے اس کی عرب اسلامی قوم پرستی کی بنیاد پر سیاسی مخالفت ہے اور لگتا ہے کہ ایران اگر ان کے مفتوحہ علاقوں میں عسکری کاروائیوں

سے باز رہا تو ایران سے اس کے تصادم کا امکان نہیں ہے۔

تحریر الشام (HTS) کے رہنما ابو محمد الجولانی ہیں، جن کا اصل نام احمد حسین الشرع ہے۔ وہ اس گروہ کی تشکیل سے ہی اس کی قیادت کر رہے ہیں اور اس سے پہلے شام میں القاعدہ کی سابقہ شاخ، جبھۃ النصرہ کے رہنمارہ چکے ہیں۔ ان کی قیادت میں HTS نے نمایاں تبدیلیاں کی ہیں، جن میں القاعدہ سے اپنے تعلق کو ختم کرنا اور خود کو ایک مقامی اسلامی گروہ کے طور پر پیش کرنا شامل ہے تا کہ شام میں وسیع حمایت اور قانونی حیثیت حاصل کی جا سکے۔

ترکی، سعودی عرب، امریکا، ایران اور روس کے شام کے موجودہ حالات میں کردار اور اثرات:

ترکی

HTS اور ترکی کے تعلقات پیچیدہ اور عملی نوعیت کے ہیں۔ HTS کے شام پر قبضہ میں ترکی کے کردار کو اہم قرار دیا جارہا ہے، جو ترکی کے مفادات کے لیے اہم ہے۔ ترکی شام میں دیگر اپوزیشن گروہوں کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور ادلب میں جنگ بندی کے معاہدوں کو نافذ کرنے کے لیے فوجی موجودگی بھی رکھتا ہے۔ HTS ترکی کی موجودگی کو کسی حد تک قبول کرتی ہے کیونکہ اپنے تئیں یہ اسے شامی حکومت اور روسی اثر و رسوخ کے خلاف ایک توازن کے طور پر دیکھتی ہے۔ تجزیہ نگاروں کی رائے ہے کہ تحریر الشام کی حالیہ کامیابیوں کے پیچھے امریکہ اور ترکی کا ہاتھ ہے۔ ہیئت تحریر الشام اور ترکی کی پشت پناہ سیرین نیشنل آرمی (SNA) کی کاوش اور کوششوں سے حلب اور حماۃ کا قبضہ ممکن ہوا ہے۔ ترکی HTS پر اثر و رسوخ برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے جس کا مقصد شام کی کرد ملیشیا (YPG) کو کمزور کرنا اور اپنی سرحدوں کے قریب ایک محفوظ بفر زون قائم کرنا ہے، جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔

سعودی عرب

سعودی عرب نے شام کے تنازع میں کئی سطحوں پر اپنا کردار ادا کیا ہے۔ اس کی پالیسی زیادہ تر جغرافیائی سیاسی مفادات، بشار الاسد کی حکومت کی مخالفت اور خطے میں ایران کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو محدود کرنے کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔ سعودی عرب اسلامی عسکری گروہوں جیسے کہ جیش فتح، ابرار الشمس اور آرمی آف اسلام کی معاونت کرتا تھا جو کہ قدرے موڈریٹ جہادی تصور کیے جاتے ہیں۔ سعودی عرب اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ خالص جہادی گروہوں جیسے القاعدہ اور ISIS کو ہتیار اور مالی امداد فراہم نہ کرے اس لیے ایسا لگتا ہے کہ اس نے HTS کے قیام کو ممکن بنایا اور امریکہ کو راضی کیا کہ وہ ان کا ساتھ دے تاکہ بنیاد پرست اسلامی گروہوں اور ایران کے اثرات سے محفوظ ایک سیاسی حکمت عملی قائم کی جاسکے۔

امریکا

امریکا HTS کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دیتا ہے کیونکہ یہ القاعدہ سے منسلک ایک شاخ کے طور پر ابھری تھی۔ اگرچہ HTS نے خود کو ایک مقامی اسلامی گروہ کے طور پر پیش کیا ہے، لیکن امریکا اس کے عزائم اور سرگرمیوں کے حوالے سے شکوک و شبہات رکھتا ہے۔ امریکا نے HTS کے رہنماؤں کو نشانہ بناتے ہوئے انسداد دہشت گردی کی کارروائیاں کی ہیں اور اس گروہ کو شام میں ایک بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔ HTS کی جانب سے عالمی جہادی نیٹ ورکس سے دوری کی وجہ سے امریکا نے اپنا مؤقف نرم کیا ہے۔ میرے خیال میں اگر امریکا سے مجاہدین نے تعاون حاصل کیا ہے جیسا کہ روسی جارحیت کے خلاف افغانستان میں کیا تھا تو یہ ان کی مجبوری ہوگی نہ کہ خواہش۔ لیکن اس کا سچ یا جھوٹ مجاہدین کی حکومت قائم ہونے کے بعد اس وقت سامنے آئے گا جب شریعت اسلامی اور مغربی شریعت (انسانی حقوق) میں تصادم ہوگا۔

روس

HTS اور روس کے تعلقات دشمنی پر مبنی ہیں کیونکہ روس شامی حکومت کی حمایت کرتا تھا اور HTS کو شام پر کنٹرول حاصل کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر دیکھتا جاتا تھا۔ روسی افواج اکثر ادلب میں HTS کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کرتی تھیں۔ روس کا بنیادی مقصد HTS کو کمزور کرنا اور ادلب پر اسد حکومت کا کنٹرول بحال کرنا تھا جو کہ چکنا چور ہو گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے درمیان تصادم کی فضا قائم ہے۔

ایران

۲۰۱۲ کے اوخر میں ایران نے حزب اللہ کو شام میں براہ راست کاروائی کے لیے بھیجا مگر اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہونے کے بعد ایران نے روس کو بشار کی سیاسی اور عسکری مدد کے لیے تیار کیا تھا۔ ہیئت تحریر الشام (HTS) اور ایران کے تعلقات شدید دشمنی اور مسلکی اختلافات پر مبنی ہیں۔ HTS ایک موڈریٹ سنی اسلامی گروہ کے طور پر سامنے آرہا ہے۔ ایرانی اور حزب اللہ اس کے دشمن ہیں ہے جو شام میں بشار الاسد کی حکومت کے حمایتی تھے۔ یہ سیاسی اختلافات ان کے تعلقات کو مزید خراب کر رہے ہیں۔

HTS نے شام میں شیعہ کمیونٹیز اور مقامات کو نشانہ بنایا تھا اور اکثر اپنی جدوجہد کو خطے میں شیعہ خاص طور پر بزعم خود ایرانی غلبے کے خلاف سنی مزاحمت کا حصہ قرار دیا تھا۔ حالیہ برسوں میں تحریر الشام نے اپنی تصویر کو زیادہ معتدل اور مقامی طور پر قبول کرنے کی کوشش کی ہے اور شیعہ گروہوں سے تصادم سے گریز کیا ہے۔ جس کا مقصد ایران سے سیاسی اختلاف کو مسلکی اختلاف سے دور کرنا ہو گا۔ ایران نے بھی ابھی تک شام میں اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے ادھر کوئی عسکری کارروائی نہیں کی ہے۔ بلکہ اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اگر شامی موجودہ قیادت شیعوں کے خلاف کوئی کاروئی کرنے سے گریزاں رہے تو ایران بھی کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔

HTS کی حالیہ کامیابیاں

HTS نے پورے شام پر قبضہ کر لیا ہے۔ جس کے مقاصد اور حکمت عملی کا جائزہ لیتے ہیں۔

HTS موقف اور حکمت عملی

HTS اپنی جدوجہد کو "سنی مسلمانوں کے دفاع" اور خطے میں "اسلام دشمن طاقتوں" کے خاتمے کے طور پر پیش کرتا تھا۔ موجودہ حالات میں اس گروہ نے اپنی تنظیمی حکمت عملی میں تبدیلی لاتے ہوئے خود کو بطور خاص ایک مقامی جہادی گروپ کے طور پر پیش کیا ہے تاکہ اسے عوامی حمایت حاصل ہو سکے۔ HTS بشار الاسد کے حامی گروہوں کو شکست دینے کے لیے دیگر مقامی جنگجو گروہوں کے ساتھ عارضی اتحاد [1] بھی قائم کرتا رہا ہے۔

چیلنجز

● سب سے پہلا چیلنج ملکی استحکام اور امن و امان کا قیام ہے جس کے لیے تمام گرہوں میں اتحاد قائم رکھنا ضروری ہے۔

● امریکا اور اسرائیل کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق استوار ہو گا؟۔ اسرائیل مسلسل شام میں گولان سے آگے کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور شامی ریاست کے عسکری ذخائر اور بنیادی ڈھانچے کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ مجاہدین کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کر رہا ہے۔ ان کارروئیوں کے خلاف HTS کیا اقدامات کرتی ہے یا کرنے کی اہل ہے؟

● جمہوری حکومت کے قیام کا وہ اعلان کر چکے ہیں۔ عورتوں کی آزادی کے قائل نظر آ رہے ہیں۔ اس صورت حال میں اس کو مجاہدین سے اختلاف کا خدشہ نظر آ رہا ہے۔ وہ کس طرح مغربی طاقتوں اور اسلامی بنیاد پرستوں کے درمیان مفاہمت کر پاتی ہے یہ اس کا دوسرا بڑا چیلنج ہو گا۔

---

[1] عارضی اس نوعیت کا کہ حکومت بننے سے پہلے یا کسی مخصوص کاروائی کے لیے ہوں۔

● وہ شام میں امن کی کیا قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہے اور کس طرح اپنی اسلامی شناخت کو قائم رکھ کر ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لاتی ہے۔

● ترکی، اسرائیل اور امریکا سے تعلقات اس کے لیے ایک اور بڑا چیلنج ہے۔

● فلسطین کا جہاد جس میں شام کا اہم کردار ہے۔ حزب اللہ[2] کے لیے ہتھیاروں کی سپلائی لائن جو کہ روس کے ذریعہ شامی بندگاہوں کے راستہ لبنان تک پہنچتی تھی اب بند ہو گئی ہے۔ جس سے اسرائیل کو فائدہ اور فلسطین کے جہاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کمی کو شام کی موجودہ قیادت کس طرح پورا کرے گی یہ اس کا پانچواں بڑا چیلنج ہو گا۔

ایران کا ایجنڈا

ایران کے شام میں موجود ہونے کی سب سے بڑی وجہ اسد حکومت کو برقرار رکھنا ہے جو کہ علوی فرقے سے تعلق رکھتی ہے، جو شیعہ اسلام کا ایک ذیلی گروہ ہے[3]۔ حالانکہ شام کی شیعہ آبادی بہت کم (۳-۴ فیصد) ہے، ایران اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے سیاسی بنیادوں پر شامی حکومت کا ساتھ دے رہا ہے۔ ایران کا یہ موقف ہے کہ وہ شام میں "مزاحمتی محور"(Resistance Axis) کو مضبوط کر رہا ہے تاکہ اسرائیل اور مغربی اثر و رسوخ کے خلاف ایک مضبوط اتحاد قائم کیا جا سکے۔ تاہم اس پالیسی کے نتیجہ میں ایران فرقہ واریت کی شدت، اور خاص طور پر HTS جیسے گروہوں کے ساتھ تعلقات کے تناظر میں، شام میں سنی اکثریتی آبادی کے درمیان نفرت کے ہدف کے طور پر سامنے آیا ہے۔

HTS کے ساتھ مذاکرات سے گریز

ایران کی حکمت عملی HTS جیسے جہادی گروہوں کے ساتھ مذاکرات کے بجائے انہیں

[2] حماس کو ہتھیاروں کی سپلائی شام کے ذریعہ نہیں ہوتی بلکہ وہ دیگر ذرائع جیسے بلیک مارکیٹ سے ہتھیار حاصل کرتی ہے۔

[3] جس کو عام طور پر اثنا عشری شیعہ ان شیعہ تسلیم نہیں کرتے۔

عسکری طاقت سے دبانے پر مبنی ہے۔ یہ نقطہ نظر ان کے لیے دوہری مشکلات پیدا کرتا ہے:
ا۔ سنی اکثریت کی دشمنی: ایران کی یہ پالیسی شام میں سنی عوام کے دلوں میں ایران کے لیے شدید نفرت کو ہوا دیتی ہے۔
۲۔ طویل مدتی نتائج HTS: جیسے گروہوں کی جیت یا مستقبل میں اقتدار میں کسی بھی مجاہد گروہ کی صورت میں ایران کے ساتھ تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہیں گے۔

شیعہ اقلیت کی حفاظت یا توسیع پسندی؟

شام میں شیعہ اقلیت بذات خود اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے کہ وہ سنی اکثریت کو نقصان پہنچا سکے۔ لیکن ایران کے ذریعے شام میں شیعہ مجاہدین کے گروہوں، مثلاً حزب اللہ، کی موجودگی اور فرقہ وارانہ مداخلت نے اسد حکومت کو تحفظ دینے کے ساتھ ساتھ سنی اکثریتی علاقوں میں بدامنی کو ہوا دی ہے۔

- ایران کے عسکری عزائم: ایران کی حکمت عملی زیادہ تر عسکری اور سیاسی کنٹرول کو برقرار رکھنے پر مرکوز ہے، نہ کہ شیعہ اقلیت کے تحفظ پر۔ حزب اللہ اور دیگر ایرانی حمایت یافتہ گروہوں کی شامی تنازع میں موجودگی کا مقصد حزب اللہ اور حماس کو اسلحے کی فراہمی کے لیے محفوظ راستے فراہم کرنے ہیں لیکن اس کے ذیلی مقاصد میں خطے میں ایران کے اثر ورسوخ کو بڑھانا بھی ہے۔
- شر انگیزی کے اثرات: شیعہ مجاہدین بعض اوقات بعض سنی علاقوں میں براہ راست مداخلت اور پر تشدد کارروائیاں کر کے فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ شام کے سنی مجاہدین اور عوام ایران کو صرف ایک "فرقہ وارانہ دشمن" کے طور پر دیکھتے ہیں۔

لیکن اس میں یہ بھی یاد رہے کہ داعش جیسے گمراہ گروہوں کی شیعہ مسلمانوں پر ظلم و ستم اس فرقہ وارانہ ماحول کو قائم کرنے اور رکھنے کا ایک اہم سبب بھی ہے۔

مستقبل کے خطرات

ایران کی حکمت عملی نے خطے میں کئی بڑے خطرات پیدا کیے ہیں:

HTS اور دیگر مجاہد گروہوں کی طاقت: ایران کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت HTS اور دیگر سنی جہادی گروہوں کو عوامی حمایت فراہم کر سکتی ہے، جو ایران کے لیے مزید مسائل پیدا کرے گی۔

خطے میں ایران کا مستقبل: ایران کے اس کردار کی وجہ سے شام کے مستقبل میں قائم ہونے والی کسی بھی اسلامی حکومت کے ساتھ تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہیں گے۔

نتیجہ

ہیئت تحریر الشام مجاہدین کا گروہ شک و شبہات کی نظر سے دیکھا جارہا ہے۔ جیسا کہ دیگر جہادی گروہوں کو پرکھا جاتا ہے۔ اگر وہ ناکام ہوں تو الزام ہوتا ہے کہ وہ نااہل ہیں اور اتنی بڑی طاقت سے کیسے نبرد آزما ہوں گے۔ اگر کامیاب ہوں تو وہ شک و شبہات سے پرکھے جاتے ہیں اور امریکی ایجنٹ تصور کیے جاتے ہیں۔ القاعدہ اور داعش کی ناکامیوں نے مجاہدین کو اس بات پر منظم کر دیا ہے کہ وہ عالمی جہاد کو فی الحال موقوف کر کے اپنے علاقوں میں اسلامی ریاست کو قائم کریں۔ جیسا کہ افغانستان میں ہوا ہے اور جیسا شیعہ مجاہدین میں حزب اللہ کرنے جارہی ہے۔ اس کے ساتھ وہ دیگر اسلامی گرہوں کے ساتھ کشیدگی کو کم کر رہے ہیں۔ HTS نے بھی بظاہر اسی حکمت عملی کے تحت شام میں بشار الاسد کے خلاف کاروائی کی اور تمام جہادی گروہوں کے ساتھ تعاون کیا اور مفتوحہ علاقوں میں فوری طور پر امن قائم کیا، ماسوئے ایران کی حامی شیعہ ملیشیا کے۔ جس میں ایران کی پالیسی کا فقدان زیادہ نظر آرہا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایران کے فرقہ وارانہ اقدامات نے شام کے تنازع کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ شام کی شیعہ اقلیت بذات خود سنی اکثریت کے لیے بڑا خطرہ نہیں ہے، لیکن ایران کی مداخلت نے فرقہ وارانہ تقسیم کو شدت بخشی ہے۔ اس حکمت عملی کے نتیجے میں، نہ صرف

شام میں ایران کا اثر ورسوخ کمزور ہونے کا خدشہ ہے بلکہ پورے مشرق وسطیٰ میں ایران کو ایک "فرقہ وارانہ طاقت" کے طور پر دیکھا جارہا ہے، جو اس کی سفارتی حیثیت کو بھی نقصان پہنچاسکتا ہے۔

شام کی روزانہ بدلتی ہوئی صورت حال پر کوئی حتمی تجزیہ ممکن نہیں ہے اس لیے کہ التحریر الشام سے متعلق مکمل تجزیہ کسی عربی میڈیا جو کہ مجاہدین کا ہو اس تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ اوپر دی گئی کچھ معلومات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور کی تاریخ کا سب سے بڑا ظلم شام میں ہوا جس میں ۲۰۱۱ سے اب تک چھ سے سات لاکھ مسلمان شہید کر دیے گئے اور آدھے سے زیادہ آبادی نقل مکانی پر مجبور کر دیے گئی۔ اس قتل عام (جینوسائیڈ) پر مسلمان حکمران تو کجا عام دین دار طبقہ بھی لاعلم اور غافل رہا۔ اس دو دہائی کی قتل و غارت گردی پر اب ایک امن کی امید تحریر شام کی کامیابی سے دیکھی جاسکتی ہے

بشار الاسد کے ۵۰ سالہ دور کا اختتام بغیر کسی مزاحمت کے چند دنوں میں ہو گیا یہی کچھ افغانستان کی غدار حکومت کے ساتھ ہوا جہاں یہ حکومت چند دنوں میں مسخر کرلی گئی۔ مسلمانوں کے غدار حکمران نہایت بزدل ہوتے ہیں یہ صرف استعماری طاقت کے ہوائی حملوں کے زیر سایہ عام مسلمانوں پہ ظلم و جبر کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتے ہیں۔ جیسے ہی استعماری طاقتوں کا زور کمزور پڑتا ہے یہ حکمران اور ان کے فوجی دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور ان استعماری ممالک میں پناہ لیتے ہیں۔ اس کے بعد جو اسلامی طاقت ان کی جگہ قائم ہوتی ہے اس پر استعمار بلاواسطہ دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ مغربی امن کو قائم کرنے کی ضمانت دیں۔ اگر اس کے بر خلاف اسلامی بنیاد پرستانہ ریاست قائم کی تو پھر امریکا ان پر عسکری طاقت کو استعمال کرے گا۔ جو کہ اس نئی حکومت کا سب سے بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ مجاہدین کے ساتھ قربانی دینے والے اقلیت ہوتی ہے۔ عوام اتنے ظلم و ستم کے بعد ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو جلد از جلد امن فراہم کیا جائے اور ہر صورت جنگ سے دور رہا جائے۔ مجاہدین کی سب

سے بڑی کمزوری اس کا فضائی دفاع ہے دشمن فضا سے حملہ کر کے ان کی حکومت کے امن کو آسانی سے ختم کر سکتا ہے۔ اسی خطرے کے پیش نظر مجاہدین نے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کی ہے اور ایک ماڈریٹ اسلامی تشخص کو اپنایا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو عالمی اسلامی تحریکات سے الگ کر کے علاقائی اسلامی تحریک بنا لیا ہے۔ استعمار بھی اس وقت تذبذب کا شکار ہے کہ شام کی اس نئی قیادت پر بھروسہ کرے یا نہ کرے۔ مگر استعمار بھی اس وقت کمزور صورت حال سے دوچار ہے ایک طرف امریکہ کے الیکشن کے بعد تبدیلی اقتدار ہو رہا ہے جہاں ٹرمپ انتظامیہ جنگی بجٹ کو کم کرنے کے لیے مداخلت سے گریزاں نظر آرہی ہے۔ روس یوکرین میں پھنسا ہوا ہے اسرائیل اور ایران لبنان کی جنگ میں مصروف ہیں اس لیے یہ قوتیں موجودہ قائم ہونے والی مجاہدین سے برسرپیکار تو نہ ہوں گی مگر اس کو سامراجی نظام سے جکڑنے کی کوشش کریں گی اور اس کو ایک اسلامی موڈریٹ جمہوری ریاست بنانے پر زور دیں گی۔

ہمارے لیے خوش آئند بات یہ ہے کہ اسلامی گروہ اقتدار میں آرہا ہے جس سے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اس پریشر سے نکل کر ایک مستحکم اسلامی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گا جو کہ اسلامی طویل جہاد کا حصہ ہو گی۔ ہمارا سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ یہ ریاست فرقہ واریت کو فروغ نہ دے۔ اس خدشے کے برخلاف اس موجودہ ریاست نے ابھی تک شیعہ عوام سے کوئی بدلہ نہیں لیا ہے بلکہ ہر ایک کے لیے معافی کا اعلان کیا ہے۔ مگر شیعہ عوام کو خدشہ ہے کہ موجودہ حکومت ان سے بدلہ لے گی جو کہ اس لیے غلط ہے کہ اس حکومت نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ اب ایران کی ڈپلومیسی ہے کہ جس طرح اس نے فلسطین میں حماس کے مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا اسی طرح وہ شام کے مجاہدین کے ساتھ تعاون کرے اور ان سے امن معاہدات کرے۔

ہمارے بہت سے اسلامی تجزیہ کار مجاہدین کی اس فتح کو غداری اور امریکی سازش سے تعبیر کر

رہے ہیں۔ تو وہ سیاسی عسکری حکمت عملی سے انحراف کر کے ایک آئیڈیل پوزیشن پہ کھڑے ہوئے ہیں جہاں وہ سفید اور سیاہ کی طرح چیزوں کو دیکھتے ہیں اس دور میں اسلامی نشاۃ ثانیہ بالکل سفید کی طرح نہیں بلکہ دودھیا ہو گا جس میں کمزوریاں اور غلطیاں ہوں گی۔ ہم اس دور میں چاروں طرف سے استعمار کی چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اس لیے اس کامیابی کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

فلسطین کے جہاد پر اثرات

فلسطین کے جہاد پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ تو میرے خیال میں ہمارے لیے ہر مسلمان اہم ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ کے مسلمان کے تحفظ کے لیے دوسری جگہ کے مسلمانوں کا قتل و غارت کی جائے۔ لاکھوں شامی مسلمانوں کا قتل عام ہوا جن میں کافروں کے کردار کے ساتھ ایران نے بھی اپنا ہاتھ رنگا اور اس کو فلسطین کی مجاہدین کے دفاع سے تعبیر کیا۔ آئی ایس آئی ایس نے عراق میں چند شیعوں کو مارا تھا مگر مجموعی طور پہ اس نے اسلامی شریعت کا نفاذ کر کے شام اور عراق کو اسلامی ریاست بنا دیا تھا جو کہ امریکہ کی دشمن دہشت گرد ریاست تھی۔ اس کو امریکہ کی پشت پناہی میں عراق سے بے دخل کر کے شیعہ امن قائم کیا گیا اور ایک ظالمانہ حکومت ایران کی مدد سے عراق میں قائم کی گئی۔ جس نے وہاں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ شام میں اسد حکومت کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ریاست کو ختم کیا اور لاکھوں کو شہید کیا۔ اس صورتحال میں ہم شامی مسلمانوں کے قاتلوں کو اس لیے قبول کریں کہ وہ حماس کی مددگار ہو گی۔ جبکہ حماس نے مجاہدین کی اس فتح کو سراہا ہے اور ان کو مبارکباد دی ہے۔ ایران نے بھی اس خدشہ کے ساتھ ان کو مبارک باد دی ہے کہ موجودہ حکومت وہاں شیعوں کی حفاظت کی ضمانت دیں۔

شام کی فتح کے بعد جو خطرہ لاحق ہے وہ اسرائیل کا ہے۔ جو کہ گولان کی سرحدوں تک محدود تھا اس نے آگے کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ حزب اللہ اور ایران کی سپلائی لائن کو بند کر دیا

ہے۔ اس کے علاوہ دمشق پر بھی حملہ کیے ہیں جن کا مقصد شام کے اندر موجود اسلحہ اور فوجی تنصیبات کو تباہ کرنا ہے۔ اس کا یہ تدارک نہیں ہے کہ ہم اقتدار کسی کافر کے حوالے کر دیں۔ جبکہ اس کا حل یہ ہے کہ ایران اپنی ڈپلومیسی کے ذریعے اس موجودہ حکومت سے رابطوں کو استوار رکھے اور اس موجودہ حکومت کے ساتھ جو مجاہدین شامل ہوں وہ بدستور اپنا دباؤ جاری رکھیں اور اس شام کی نئی حکومت کو مغرب کا آلہ کار بننے سے روکیں۔ التحریر الشام سے ہم یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ایک اسلامی ریاست کو شام میں قائم کرے گی جبکہ بشار الاسد کی حکومت سے یہ توقع رکھنا احمقوں کی جنت میں رہنے کے برابر ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ شام کی موجودہ ریاست فلسطین کے مسئلہ کو طویل المدتی پالیسی کے تحت حل کرنے میں حماس کی مددگار ہوگی۔

تتمہ

روس-ایران-بشار الاسد اتحاد کے نتیجہ میں مجاہدین شام اور عوام کو بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ حزب اللہ نے اس اتحاد سے اسرائیل کے خلاف ہتھیاروں کی سپلائی کو مستحکم کیا اور لبنان کے ذریعہ اسرائیل کو دباؤ میں رکھا۔

امریکا-سعودی-HTS کے اتحاد کے نتیجہ میں مجاہدین شام اور عوام کو امن نصیب ہوا۔ بشار کی ظلمانہ حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اسرائیل کو حزب اللہ کے سپلائی لائن منقطع کرنے کا موقع ملا اور لبنان میں حزب اللہ کی سپائی لائن متاثر ہوئی۔

HTS کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے اس کے لیے دعا گو ہونا چاہیے کہ وہ اس امن کو اصلی اسلامی امن میں تبدیل کر دے۔ امریکا-سعودی عزائم کو خاک میں ملا دے۔

ایران شیعیت سے بالاتر ہو کر HTS سے تعاون کو بڑھائے اور ان کو شام کے ذریعہ فلسطین کی مدد پر راضی کرے۔

☆☆☆